

بِسْمِ اللّٰهِ

شادی

ایک

عبادت



طلاق

ایک۔۔۔۔۔اجازت

مرتبہ----- وسیم بلال قاسمی

[مولانا حافظ قاری نائب مفتش و خطیب -الدامام]

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

کتاب کا نام.....شادی طلاق ایک عبادت اور اجازت

صفحات.....؟؟؟

ناشر کا نام.....اشاعت کمیٹی

سنہ اشاعت.....۲۰۱۷

نام مصنف.....مولانا حافظ قاری نائب مفتش و خطیب وسیم بلال قاسمی [مقیم الدمام]

من جانب طباعت.....اشاعت کمیٹی

تعداد طباعت.....۱۰۰۰

قیمت کتاب.....؟؟؟ روپیہ

ہربھائی بہن کیلئے

بسم اللہ

حالات حاضرہ میں :شادی طلاق :مختلف انداز سے
موضوع سخن بنا ہوا ہے

سب کے اصرار پر ان دونوں موضوع
پر میرے لکچرس [درس] کو طباعت

کے مراحل سے گزارنا پڑ گیا جسمیں یہ بتایا گیا
ہے کہ: شادی طلاق : ایک ایسا

عائلی قانون ہے جو نہایت خوبصورت عبادت زمرہ
میں بھی شامل ہوتا ہے

یہ دونوں لکچر: شادی اور طلاق: کے موضوع کو معتدل انداز سے پبلک تک پہنچانے کی ایک حقیر سی کوشش ہے۔ کاش یہ ہر مسلم بلکہ ہر فرد کیلئے مفید ثابت ہو تاکہ جو غلط فہمیاں اس موضوع کے متعلق پروردہ ہیں، انکا ازالہ ہو سکے اور اسلامی عائلی قوانین کی خوبیاں سب کے سامنے آسکیں اور ہرقاری کی دین و دنیا سنور سکے جسکے نتیجہ میں دیش میں ایک اچھا سماج ابھر کر سامنے آئے اور سبکی ترقی ہو۔ [آمین]۔

مشکور ہونگا۔۔۔۔۔وسیم قاسمی

[۱] شادی نام ہے ایک عبادت کا

فرمان الہی ہے۔ **وانکحو الایامی منکم** [النور ۳۲] بے نکاحوں کا نکاح کرائو۔ یعنی اپنا بھی نکاح کرو اور جنکی ذمہ داریاں تم پر ہیں انکا بھی نکاح کرائو گویا شادی بیاہ صرف رسم و رواج ہی نہیں بلکہ حکم الہی

ہے۔ اور اللہ کا حکم ماننا ہر مسلمان پر ضروری ہے [بجز کسی شرعی مجبوری کے]۔ ایک جگہ فرمایا گیا کہ **فانکحوا ما طاب لکم من النساء**۔ جو عورت تمہیں پسند آئے اس سے [ذمہ داری کے ساتھ] نکاح کرلو۔ اوباش اور لوفر لوگوں کی طرح چھیڑخوانی نہ کرو یہ عمل برائی کی طرف لے جاتا ہے اور ایک اچھے مسلمان کی طرح نہ برائی کی طرف جائو اور **ولا تقربوا الزنا**۔ نہ زنا کے قریب جائو۔ ایک حدیث میں ہے ایک وقت ایسا آئے گا کہ۔ **زنا آسان ہو جائے گا اور نکاح مشکل** اور یہی جو آجکل ہو رہا ہے ایک دوسری جگہ ارشاد ہے کہ۔ **اذا تزوج العبد فقد استكمل نصف الدين** یعنی جب انسان نے شادی کر لی تو اسکا آدھا دین مکمل ہو گیا۔ گویا شادی آدھا دین ہے اگر کوئی شادی نہیں کرتا تو اسکا دین مکمل نہیں ہوتا۔ بخاری میں فرمایا گیا کہ **من استطاع منکم الباءہ** **فلیتزوج**۔ جسمیں مردانگی ہے وہ ضرور شادی کرے۔ اللہ کے اتنے واضح حکم کے بعد بھی جو اس سے [بے وجہ] اعراض کرے گا وہ ایک ایسی عبادت سے روگردانی کرے گا جو بہت خوبصورت بہت اہم ہے۔ جسکے کرنے پر ثواب اور نہ کرنے پر گناہ ہے

[۲] شادی نام ہے ایک سنت کا

شادی نہ صرف رسول صلی اللہ کی بلکہ بہت سے انبیاء اور رسولوں کی سنت ہے خود ارشاد نبوی ہے **النکاح من سنتی فمن رغب عن سنتی فلیس منی**۔ گویا جو آنحضرت کی سنت کو نہیں اپنائے گا وہ مسلمان نہیں ہے۔ گویا بغیر شرعی عذر کے نکاح نہیں کرے گا تو وہ مسلمان ہی نہیں ہے، حضرت سمرہ کے ذریعہ یہ ارشاد بھی معلوم ہوا کہ **نہی رسول اللہ عن التبتل**۔ رسول اللہ ﷺ عورتوں سے الگ رہ کر زندگی گزارنے کو منع فرمایا ہے۔

۳۔ شادی نام ہے محبت و مودت کا

ارشاد ربانی ہے۔ **وجعل بینکم مودة ورحمة** میان بیوی میں اللہ تعالیٰ خود محبت ڈالتا ہے۔ اور پھر حکم دیتا ہے محبت کا اور محبت کرنے والی بیوی سے شادی کرنے کا ارشاد نبوی ہے۔ **تزوجوا الودود والود** محبت کرنے والی اور بچوں کی صلاحیت والی عورت سے شادی کرنے کا حکم دیا گیا۔

محبت بنیاد ہے اس مقدس رشتہ کی

۴۔ شادی نام ہے خاندانی ضرورت کا

اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو بچوں کو جوان اور باشعور آسمان سے اتار سکتا تھا مگر ہر بچہ کی پرورش کے

لئے ماں باپ اور کنبہ خاندان کا ہونا ضروری
ہے جسکے لئے ماں میں اور باپ میں محبت اور
قربانی کا جذبہ ڈالا گیاتاکہ والدین بچہ کی پرورش
کرسکیں اور اسکو پروان چڑھاسکیں بالکل اسی
طرح **ومن نعمہ نیکسہ فی الخلق** جب ماں باپ
بوڑھے ہوجاتے ہیں تو پھر بچبنا لوٹ آتا ہے اس وقت
انکی دیکھ بھال کے لئے بچونکا ہونا ضروری ہے
اسلئے انمیں بھی جذبہ توقیر و عزت ودیعت کیا گیا ۔

۵۔۔شادی نام ہے معاہدہ خاندانیت کا

خاندان کے اجزائے ترکیبی میں ایک مرد ، ایک
عورت اور ان کے بچے شامل ہیں اور خاندان کی بقا
کے لیے مرد و عورت کا باہمی تعلق ضروری ہے۔
اس تعلق کے لیے تقریباً تمام مذاہب نے مرد و زن
کے درمیان شادی کے بندھن یعنی نکاح کو لازمی
قرار دیا ہے۔ ازدواجی تعلق کی اہمیت کو بیان کرتے
ہوئے ابو ریحان البیرونی لکھتے ہیں۔ ”کوئی قوم
ازدواج کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتی۔ اس سے
شہوانیت، جس کو ہر مہذب ذہن برا سمجھتا ہے بے
لگام ہونے سے رک جاتی ہے اور ان وجوہات کا
انسداد ہو جاتا ہے۔ اسکے لئے شادی کو ضروری قرار
دیا گیا اور شادی کے لئے بہت آسان شرطیں
رکھی گئیں شادی کے لئے صرف مہر، ایجاب و قبول
اور دو گواہ ضروری ہیں مہر معجل بوقت نکاح ادا

کیا جاتا ہے مہر موجل جو نکاح کے بعد اس کو ادا کرنے کی نیت و ارادہ ہونا ضروری ہے ورنہ نکاح درست ہی نہ ہوگا۔ مہر کا مقرر کرنا لڑکی کا حق ہے مہر موجل سکھ کی بجائے چاندی یا سونے کی شکل میں مقرر کیا جائے تاکہ عورت کا نقصان نہ ہو۔ ملحوظ رہے کہ نبی کریمؐ کی کسی بیوی کا مہر بھی پندرہ سو سال پہلے (پانچ سو درہم سے کم نہ تھا۔ لڑکے والوں کو مہر میں کمی کرنے کا اختیار نہیں ہے۔ اسمین مرد اپنے ذمہ: شرعی نان نفقہ: یعنی روٹی کپڑا مکان اور تحفظ عزت و عصمت کی ذمہ داری لیتا ہے اور اسکا سہارا بنتا ہے۔ **الرجال** **قوامون علی النساء**۔ گویا فرد عورت کا کفیل اور گارجین بنتا ہے اور اسکے اخراجات کی ذمہ داری اپنے اوپر لیکر اسکو آسانیاں فراہم کرتا ہے پہلے ہی دن اسکی عزت و اکرام کی علامت کے طور پر بطور مہر اپنی حسب استطاعت کرنسی یا سونا چاندی دیتا ہے اور پھر عقد نکاح کی وہ تمام شرائط پوری کی جاتی ہیں جو اسکے لئے لازم ہیں پہلے ہی دن اسکی عزت و اکرام کی علامت کے طور پر بطور مہر اپنی حسب استطاعت کرنسی یا سونا چاندی دینا۔ اور پھر ایجاب و قبول کرنا جسکے لئے دو گواہوں کا ہونا ضروری ہے یہ دو گواہ فریقین کی طرف سے الگ الگ بھی ہوسکتے ہیں یا پھر دونوں طرف کے ایک ہی گواہ ہوسکتے ہیں نیز اس نکاح کا اعلان مجلس کی شکل میں یا مسجد میں کرنا ضروری ہے

دوسری طرف عورت کی طرف سے بھی معاہدہ کی تکمیل اسطرح ہوگی کہ ودوگواہونکے سامنے ایجاب کو قبول کرے گی یا ایجاب کرے گی جسمین عورت اپنے مرد کے گھر کے مال و آبرو کی حفاظت اور پھر اسکے بچونکی اسلامی تربیت اپنے ذمہ لیتی ہے جسکے ذریعہ سے ایک صالح خاندان وجود میں آتا ہے ۔ صالح خاندان سے صالح معاشرہ بنتا ہے اور پھر ایک نئی دنیا وجود میں آتی ہے۔

شادی نام ہے حقوق زوجیت کا ۔

بیوی کو دین کی بنیادی تعلیم دینا ۔

اپنی وسعت کے مطابق بیوی پر خرچ کرنے میں دریغ نہ کرنا کیونکہ سب سے بہترین صدقہ وہ ہے جو اہل و عیال پر خرچ کیا جائے ۔

بیوی کو اس کے والدین اور قریبی رشتہ داروں کو ۔
کبھی کبھی ملنے کی اجازت دینا
بیوی کی غلطیوں پر صبر کرنا اور گالی گلوچ نہ کرنا ۔ اور نہ اس کو طعنہ دینا ۔

اگر تنبیہ کی ضرورت ہو تو زیادہ سختی نہ کرنا ۔

بیوی کے چہرہ پر مارنا ، یا ایسی مار مارنا جس سے جسم پر نشان پڑے جائز نہیں

بقدر حاجت جماع کرنا بدگمانی نہ کرے اور نہ ۔
بالکل اس سے غافل بنے ۔

بیوی سے اچھے اخلاق اور عمدہ برتاؤ کا معاملہ
بیوی کو ایسی کرے بلا ضرورت طلاق نہ دے ۔
رہائش دینا جس میں وہ آزادی سے رہ سکے اور اپنا
سامان رکھ سکے اس کا حق ہے اگر بیوی شوہر کے
رشتہ داروں کے ساتھ رہنا پسند نہ کرے تو علیحدہ
رہائش دینا شوہر پر واجب ہے ۔

عورت کے زیور کی زکوٰۃ صدقہ الفطر ، فطرانہ
شوہر پر واجب نہیں
بیوی کو کچھ ایسا جیب خرچ دے جو وہ اپنی مرضی
سے خرچ کر سکے ۔

بیوی کی دلجوئی کرنا اور خوش کرنے کیلئے باتیں
کرنا اور رات کو بیوی کے پاس رہنا بھی اس کا حق
ہے ۔ بیوی کی مکمل اصلاح کی توقع نہ رکھے ، اگر
بالکل سیدھا کرنے کی کوشش کروگے تو اس کو توڑ
دوگے ۔ بیوی سے روٹھ کر گھر سے باہر مت جائے ۔
شوہر اور بیوی کی ملکیت کی چیزیں علیحدہ اور
ممتاز ہونی چاہئیں تاکہ زکوٰۃ اور میراث کا صحیح
حساب ہو سکے

عورت کے ذمہ شوہر کے حقوق

ہر جائز امر میں اس کی اطاعت اور فرمانبرداری
کرنا۔

شوہر کی مالی حیثیت سے زیادہ خرچ کامطالبہ نہ
کرنا۔

شوہر کو جس کا گھر آنا ناپسند ہو اس کی اجازت کے
بغیر نہ آنے دینا۔

اس کی اجازت کے بغیر اس کا مال کسی کو نہ دینا۔
اس کی اجازت کے بغیر نفل نماز نہ پڑھنا اور نہ نفل
روزہ رکھنا۔

شوہر اگر ہمبستری کے لیے بلائے اور کوئی شرعی
عذر نہ ہو تو اس سے انکار نہ کرنا۔
شوہر کو غربت یا بدصورتی کی وجہ سے حقیر نہ
سمجھنا۔

اگر کوئی شوہر میں شریعت کے خلاف کوئی چیز
دیکھے تو ادب سے منع کرنا۔
کسی کے سامنے اس کے عیب بیان نہ کرنا اور نہ
اس کے سامنے زبان درازی کرنا۔
شوہر کے عزیز و اقارب سے لڑائی جھگڑا نہ کرنا۔
اگر کوئی شرعی عذر نہ ہو تو شوہر کے والدین کی
خدمت کو سعادت سمجھنا۔

شوہر کی اجازت کے بغیر گھر سے نہ نکلنا۔
عورت اپنے رب کا حق ادا نہیں کر سکتی جب تک

اپنے شوہر کا حق ادا نہ کرے۔
 جس عورت کی موت اس حال میں آئے کہ اس کا شوہر اس سے راضی ہو وہ عورت جنتی ہے ۔
 شوہر کے لیے بناؤ سنگھار کرنا اس کا حق ہے عورت کو اس پر اجر ملتا ہے ۔
 شوہر پر حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی طرح اپنا مال خرچ کرنا سعادت سمجھے ۔
 شوہر کو کوئی پریشانی پیش آجائے تو اس کو تسلی دے ۔
 شوہر کی خدمت محبت اور خلوص سے کرنا اپنی سعادت سمجھے ۔
 شوہر کو حرام کمائی سے بچانے کی فکر کرے۔
 شوہر کے سامان اور گھر کو صاف ستھرا رکھنے کی کوشش کرے۔
 شوہر کے آرام کا خیال کرے ۔
 شوہر کوئی سوال کرے تو مقصد سمجھنے کی کوشش کرے سوچ کر جواب دے۔
 شوہر کی پکار پر فوراً جواب دے ، اس بنا پر دیر نہ کرے کہ وہ خود کر لیں گے۔
 شوہر اگر مشورہ طلب کرے تو خلوص سے مشورہ دے ۔

شوہر اگر غصہ ہو تو فوراً معافی مانگ کر اس کے مزاج کو ٹھنڈا کر دے ۔

شوہر کے سامنے زبان درازی نہ کرے ۔

۶۔۔۔ شادی نام ہے فیملی کی حفاظت کا۔

زوجین کی ازدواجی زندگی کے ہر معاملہ اور ہر حال کی جو ہدایتیں قرآن و سنت میں مذکور ہیں، ان سب کا حاصل یہی ہے کہ یہ رشتہ زیادہ سے زیادہ مستحکم ہوتا چلا جائے اور ٹوٹنے نہ پائے، چنانچہ اس تعلق کو تلخیوں اور رنجشوں سے پاک و صاف رکھنے کی ہدایت ہے، اگر کبھی رنجش پیدا ہو جائے تو اس کے ازالے کی پوری کوشش کی گئی ہے کہا کہ عورت تیری باندی، محکومہ نہیں ہے، وہ تیری برابر کی شریک زندگی ہے، جو تیرا حق ہے وہی اس کا بھی حق ہے، تمہارے ہی جیسی ایک انسان ہے، ایک ہی جان سے پیدا ہوئی ہے، چنانچہ فرمایا گیا: ﴿عاشروہن بالمعروف﴾

”یعنی عورت کے ساتھ معروف طریقہ پر اچھا سلوک کرو“ اسی کے ساتھ یہ ارشاد فرمایا: ﴿ولہن مثل الذین علیہن بالمعروف﴾ کہ جس طرح عورتوں کے حقوق مردوں پر ہیں کہ جن کی ادائیگی ضروری ہے، اسی طرح مردوں کے عورتوں پر حقوق ہیں کہ جن کی ادائیگی ضروری ہے۔ ”یہ آیت حقوق باہمی کی ادائیگی پر شرعی ضابطہ کی حیثیت رکھتی ہے، البتہ اتنی بات ضرور ہے کہ مردوں کا درجہ عورتوں

سے بڑھا ہوا ہے، ارشاد خداوندی ہے: ﴿وَاللرّجال علیہن درجۃ﴾ عورتوں پر مردوں کو ایک گونہ فضیلت حاصل ہے “مرد و عورت میں درجہ کا تفوق دنیوی معاملات میں ہے، آخرت کی فضیلت میں اس کا کوئی اثر نہیں۔ حکم ربانی ہے:

﴿ان اکرمکم عنداللہ اتقاکم﴾۔ کہ اللہ کے نزدیک آخرت میں سب سے زیادہ مکرم تم میں سے بڑے متقی ہیں۔“ ۷

۱۔۔۔ شادی نام ہے خاندانی اہمیت کا۔

خاندان معاشرے کا سب سے اہم اور بنیادی یونٹ ہے جو مرد اور عورت کے درمیں رشتہ ازدوج سے وجود میں آتا ہے۔ معاشرے کی ترقی و نشوونما کا انحصار جہاں خاندان پر ہے وہاں معاشرے کی تنزلی و انتشار کا انحصار بھی اسی خاندان پر ہے۔ کیونکہ خاندان ہی معاشرے کی اساسی اکائی کی حیثیت رکھتے ہیں اور اسی سے معاشرے وجود میں آتے ہیں۔ جس قدر خاندان کی اکائی مضبوط اور مستحکم ہو گئی اس قدر ہی معاشرہ اور ریاست مضبوط اور مستحکم ہوں گے۔ خاندان کی اہمیت کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ خاندان کی بقاء اور تحفظ کو شریعت کے بنیادی مقاصد میں شمار کیا گیا ہے۔ اور اسلامی تعلیمات کا ایک مکمل شعبہ جو مناکحات یا اسلام کے عائلی نظام سے موسوم ہے۔ اس مقصد کے لئے وجود میں لایا گیا ہے۔ قرآن مجید میں ایک تہائی سے زائد احکام، عائلی نظام کو منضبط کرنے کے لئے آئے

ہیں۔ اسلامی معاشرے میں خاندان اس قدر اعلیٰ کردار ادا کرتا ہے کہ کوئی بھی تہذیب یافتہ اور ترقی یافتہ کہنے والا خاندان ایسا اعلیٰ کردار ادا نہیں کر سکتا۔ اسلام تمام برائیوں سے اجتناب کا درس دیتا ہے اور ہر ایک کے حقوق کو پورا کرتا ہے یہی وجہ ہے کہ اسلامی معاشرے میں خاندان کے بہترین کردار کو کوئی غیر معاشرہ چیلنج نہیں کر سکتا۔

۸۔ شادی نام ہے عفت و عصمت کا۔

بلا شبہ ہر ایک سلیم الفطرت شخص عفت و عصمت اور پاکدامنی کو پسند کرتا ہے اور اس کا مکمل حصول تو نکاح کی ذریعہ سے ہی ممکن ہے اس لئے مقاصد نکاح میں اس (عت و عصمت) کو ممتاز مقام حاصل ہے یہی وجہ ہے کہ مرد کی عزت گوارا نہیں کرتی کہ اس کی بیوی کس اور مرد کے ساتھ بھی مزے لے لے کر باتیں کرے کسی اور کے حسن و جمال کے تذکرے کرے۔ یا کسی بھی طرح کی دلچسپی کا مظاہرہ کرے یا غیر محرموں کے سامنے اپنے حسن کا اظہار کرے۔ ویسے بھی اسلامی تعلیمات کی رو سے عورت کا اپنے خاوند کے علاوہ کسی اور کے سامنے بناؤ سنگھار کر کے آنا درست نہیں ہاں غیر محرم سے ضرورت کے موقع پر سنجیدگی سے بات کی جا سکتی ہے۔ لہذا ایک سمجھ دار خاتون وہی ہے جو اپنی تمام دلچسپیوں کا محور اپنے شوہر کو بنالے اور اس کے ساتھ تمام قسم کی پیار بھری باتیں کرے، اس کے سامنے اپنے حسن و

جمال کا مظاہرہ کرے اور کبھی اپنے بارے میں شک کا موقع پیدا نہ ہونے داے نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے:

جو عورت پانچ وقت نماز پڑھے ، رمضان کے روزے رکھے، اپنی شرمگاہ (عزت و عصمت) کی حفاظت کرے اور اپنے خاوند کی اطاعت کرے اسے (روز قیامت) کہا جائے گا کہ جنت کے آٹھوں دروازوں میں سے جس سے چاہے جنت میں داخل ہو جائے ۛ

۹۔ شادی نام ہے ایک مثالی معیشت کا۔

اسلام نے عورت کو معاشی ذمہ داریوں سے بری الذمہ قرار دیا ہے عورت جب ماں ہوتی ہے تو اس کی کفالت اولاد کے ذمے ہوتی ہے اور جب بیٹی ہوتی ہے تو اس کی کفالت باپ کے ذمے ہوتی ہے اور جب بیوی کی حیثیت اختیار کرتی ہے تو اس کی نہ صرف کفالت خاوند کے ذمے ہوتی ہے بلکہ اسے حق مہر کی صورت میں معاشی تحفظ فراہم کیا جاتا ہے ۔ اسلام نے بچوں اور بیوی کا سارا معاشی بوجھ خاوند پر ڈالا ہے ۔ گھر اور بیوی بچوں کے تمام اخراجات کا ذمہ دار ہے عورت کو اختیار دیا ہے کہ وہ اپنی مرضی اور خوشی سے خاوند کی معاشی مدد کرنا چاہے تو کرسکتی ہے لیکن خاوند اسے مدد کرنے پر مجبور نہیں کر سکتا۔ ہے۔ اور معیشت یہی اصول معاشرت کے نظم و نسق کو برقرار رکھ سکتا ہے۔ کیونکہ بے حساب معیشت میں بد نظمی ہونا

لازمی ہے اور جب ایک فیملی بدنظم اور خود غرض ہو گی تو پورا معاشرہ بدنظم اور خود غرض ہو گا۔

۱۰۔ شادی نام ہے جسمانی اور ذہنی صحت کا:۔

جنسی عمل اور اس کی انجام دہی ایک فطری ضرورت ہے کہ جس سے جسم اور اعصاب، صحت مند اور تندرست رہتے ہیں۔ لہذا اس کو کنٹرول کئے رہنے یا بالکل ختم کر دینے سے انسان کے اعصاب کمزور ہو جاتے ہیں اور وہ معتدل حالت سے خارج ہو جاتا ہے اور ممکن ہے کہ متعدد نفسیاتی بیماریوں جیسے: مسلسل غمزدہ رہنا، ناامیدی، اضطراب، ڈر، بدظنی، بے کاری، بے اعتمادی اور غصہ کی اصل بنیاد جنسی خواہش کو نابود کرنا ہی ہو۔ اسی بناء پر صحیح عمر میں شادی کرنا اور شرعی طریقہ سے جنسی خواہش کو پورا کرنا بھی انسانی اعصاب اور جسم کی صحت و تندرستی کا ایک ذریعہ ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”غیر شادی شدہ مردوں اور عورتوں کی شادی ایک دوسرے سے کردو تاکہ خدا ان کے اخلاق کو نیک بنا دے ان کے رزق میں وسعت دے دے اور ان کی مروت میں اضافہ کر دے۔“

[۱۱] شادی نام ہے تکمیل انسانیت کا

قرآن فرماتا ہے **وخلق منها زوجہا**۔ دو انسانوں سے ایک اور انسان کی تخلیق کرواتا ہے۔ ایک انسان اپنی زندگی میں انسانیت کے لئے ہر طرح سے کنٹری

بیوشن کرتا ہے اسمین سب سے بڑا کنٹری بیوشن یہی ہے کہ کچھ انسان لا کر کھڑا کر دیتا ہے تاکہ وہ باقی انسانوں کی زندگی کے معاملات میں مدد کر سکیں اور منظم انداز سے نسلی تواسل برقرار رکھتا ہے ۔ اور ایک مسلمان کی حیثیت سے امت کی افزائش میں شریک ہوتا ہے جسکے لئے حدیث میں آیا ہے کہ رسول اللہ اپنی کثرت امت پر فخر کریں گے۔۔

۱۲۔ شادی نام ہے چھوٹی سی ریاست کا

ایک شادی ایک خاندان کا جز ہے ۔ ایک خاندان سے قبیلہ بنتا ہے قبیلہ سے گائون یا شہر اور پھر ملک ۔ ملک کے سربراہ کی طرح اسمین بھی مرد اس اکائی کا سربراہ ہوتا ہے ۔ اور بیوی ایک طرح کی مشیر یا وزیر کا درجہ رکھتی ہے لہذا آپس میں مشورہ کر کے یہ چھوٹی سی ریاست [یعنی فیملی لائف] چلتی ہے ۔ اسمین مختلف قسم کے مسائل آتے ہیں جن سے انسان بہت کچھ سیکھتا ہے کبھی بچوں کے مسائل کبھی خاندانی مسائل کبھی معاشی مسائل کبھی تعلیمی مسائل جنو بہت ذمہ داری اور سمجھداری سے حل کرنا ہوتا ہے گویا بہت سے دنیوی اور بہت سی دینی ذمہ داریا سنبھالنے کی عادت سی ہو جاتی ہے

شادی نام ہے نفس کی ریاضت کا

اپنے گھر میں خود بخود ایک اچھی خاصی ورزش اور ریاضت ہوجاتی ہے صبح ایک منظم انداز سے اٹھنا اور شام تک گھر پہنچنا جسمین بچونکو اسکول پہنچانا آفس جانا گھر والونکے لئے کچھ لیکر جانا اور شام کو تھک کر واپس جانا۔ اور کچھ میٹھے بول سے سواگت ہونا۔ اسی کا نام زندگی ہے ۔

شادی نام ہے اجتماعی تربیت کا

سب سے پہلی درسگاہ ماں کی گود ہے ماں باپ کی اس درسگاہ میں خود والدین کی بھی تربیت ہوتی ہے اور اپنے گھر والونکی بھی تربیت ہوتی ہے ہر لمحہ حالات بدلتے رہتے ہیں کبھی نرم کبھی گرم کبھی بیوی کی تربیت نرم اور سوفٹ انداز سے کبھی بچونکی تربیت شفقت بھرے لہجہ میں کبھی ڈانٹ کر محبت و شفقت اور انتظامی امور کا بہترین امتزاج ہوتا ہے بالخصوص اسلامی تربیت میں ثواب بھی ملتا ہے اور اچھا معاشرہ بھی جنم لیتا ہے ۔

شادی نام ہے اسلامی دعوت کا

اسلامی پہلی درسگاہ میں تمام اخلاقی امور کی پہلے تربیت ہوتی ہے پھر تمام امور گھر والونپر اپلائی

ہوتے ہیں پھر محلہ والوں کے ساتھ حسن سلوک نظر
آنے لگتا ہے اور پھر ایک وقت ایسا آتا ہے کہ آپکا
کردار خود بولنے لگتا ہے اور زبان حال سے اسلامی
دعوت کا کام انجام پذیر ہوتا رہتا ہے۔ اور صدقہ
جاریہ کے طور پر یہ عمل مسلسل چلتا ہے اسطرح
اسلامی پاکیزہ گھر سے اسلامی دعوت کی کرنیں
پھوٹتی ہیں

شادی نام ہے دو خاندانوں کے تعلقات کا۔

شادی صرف ایک عورت اور مرد کے تعلقات کا نام
نہیں بلکہ دو خاندانوں کے باہمی تعلقات کا نام ہے یہ
بہت نازک اور حساس پوانٹ ہوتا ہے کہ سسرال سے
کس طرح پیش آنا ہے لڑکے کی بھی ذمہ داری ہے
اور خاصطور سے لڑکی کی ہمارے معاشرہ میں بہت
زیادہ ذمہ داری ہے یہاں آپکی ذہانت اور کردار کا اور
اسلامی تربیت کا پریکٹکی امتحان ہوتا ہے۔ رشتوں
کو نبھانا ایک بہت بڑا فن ہے۔ خاصکر سسرالی
رشتے۔ کیونکہ اب صرف باپ نہیں بلکہ سسر کا بھی
اضافہ ہوتا ہے ماں نہیں ساس کا بھی اضافہ ہوتا ہے
بہن کے ساتھ سالیان بھائی، کے ساتھ سالے وغیرہ
سے بھی اعتدال کے ساتھ رشتہ رکھنا ہوتا ہے۔ نیز
اسلامی آداب کا بھی خیال کرنا ہوتا ہے۔ اس امتحان

میں جو پاس ہو جاتا ہے وہ ایک اچھا انسان ، اچھا مسلمان ، اچھا دیش واسی کہلاتا ہے ۔

شادی نام ہے وسیلہ آخرت و جنت کا

در حقیقت شادی کو صرف ایک گھریلو معاملہ نہ سمجھا جائے بلکہ اسکو وسیلہ آخرت سمجھ لیا جائے۔ تو بہت جلدی کامیابی بھی ملتی ہے اور ثواب بھی ہر قدم سوچ سمجھ کر اٹھایا جائے اور یہ دیکھا جائے کہ اسلام کا کیا حکم ہے معاشرہ کیا کہہ رہا ہے اپنی ضد یا انا کا مسئلہ نہ بنایا جائے اور صبر و تحمل سے ہر مسئلہ کا حل نکالا جائے تو یہی گھریلو مسئلے وسیلہ آخرت بن جائیں گے۔

شادی نام ہے خوشنودی للہیت کا۔

در اصل یہ ساری زندگی ایک امتحان ہے اور مختلف انداز کے اس دنیا میں پیپر آپکے سامنے ہیں اسی میں سے یہ محبت بھرا پیپر جسکا نام شادی ہے اسکو بھی صرف اور صرف اللہ کی خوشنودی کے لئے حل کیا جائے گا تو یقیناً دین و دنیا دونوں میں کامیابی و کامرانی ہی ملے گی۔ آمین۔۔۔

۲۰۔۔۔ شادی نام ہے ایک اچھی انسانیت کا۔۔

کیونکہ جانور بھی اپنی سیکسی بھوک کسی نہ کسی طرح مٹالیتے ہیں۔ مگر بعد کے نتائج کی دونوں میں سے کوئی بھی ذمہ داری لینے کو تیار نہیں ہوتا یہ بہت عام فیشن ہو گیا ہے کہ لڑکا لڑکی ساتھ رہتے ہیں اور جب دل بھر جاتا ہے تو بریک اپ کر دیتے ہیں ایسے عمل سے گناہ کے علاوہ سوسائٹی پر کتنا خراب اثر پڑتا ہے کتنی بیماریا پھلتی ہیں کتنی خود غرضی بڑھتی ہے کتنی ذمہ داریوں سے بچتے ہیں حتیٰ کہ ناحق خون تک اپنے ذمہ لیا جاتا ہے شادی ایک انسان دوسرے انسانوں کی اور انکی تربیت کی نہ صرف ذمہ داری اپنے اوپر لیتا ہے بلکہ پوری شفقت اور ایمانداری سے زندگی بھر اسکو نبھاتا ہے اور ایک اچھا معاشرہ کا رکن بنتا ہے ۔

۲۱۔۔۔ شادی نام ہے تربیت اور شفقت کا

ایک انسان کو اگر جنگل میں یا جانوروں چھوڑ دیا جائے تو اسکے اندر سے جذبہ شفقت نا پیدا ہوتا ہے جب اسکے گھر میں بچہ ہونگے تو وہ جذبہ خود بخود ابھر کر سامنے آئے گا اور اسکے ذریعہ سے نسل انسانی کی اچھی اور اسلامی تربیت ہو گی انکی لمحہ بہ لمحہ تربیت پوری انسانیت کی تربیت ہے جسکے لئے اسلام نے بہت زور دیا

۲۲۔۔۔ شادی نام ہے سوسائٹی میں عزت کا

بے شمار جگہ شادی شدہ کو ہی مکان کرائے پر دیا جاتا ہے کیونکہ شادی شدہ جوڑے کی عزت دوبالا ہو جاتی ہے اسکو ایک معتبر شخصیت سمجھا جانے لگتا ہے ۔ اسکی بات کی ویلیویشن بڑھ جاتی ہے ۔ اسکو ایک سنجیدہ انسان سمجھا جانے لگتا ہے

۲۳۔۔۔ شادی نام ہے خوشی و مسرت کا

خوشیاں آسانی سے نہیں آتیں جبکہ غم اور مصیبتیں انسانو کو اکثر اوقات گھیرے رکھتی ہیں خوشی کا یہ بہت اچھا بہانہ ملتا ہے ۔ سب اس بہانہ خوش ہولیتے ہیں اسکے ذریعہ رشتہ داروں میں ناراضگیاں دور ہو جاتی ہیں ، عداوتیں ختم ہو جاتی ہیں ، بلکہ آپس میں مل بیٹھنے کا بہانہ بھی مل جاتا ہے ۔ گلے شکوے بھی دور ہو جاتے ہیں تھوڑا بہت ہنس کھیل لیا جاتا ہے

[۲۴] شادی نام ہے فطرت و سکینت کا

فرمان الہی ہے **ومن آیاتہ ان خلق لکم من انفسکم ازواجا لتسکنوا الیہا** ۔ یہ اللہ کی نشانیوں میں سے ایک ہے کہ انسانی جوڑے ایک دوسرے سے [شادی کے ذریعہ] سکون حاصل کرتے ہیں اسلام میں رہبانیت یا جوگزم نہیں کہ شادی سے کنارہ کشی کی جائے

بلکہ اس فطری عمل کی حوصلہ افزائی کی گئی ہے
اور اس فطرت کو دبایا نہیں گیا اور نہ ہی بے جا
ابھارا گیا ہے شادی کرنا نہ یہ کوئی جرم ہے نہ
کوئی گناہ بلکہ ثواب ہی ثواب ہے شادی نہ کرنا گناہ
بھی ہے اور جرم بھی جبکہ انسان بغیر شادی
کے عام طور پر نفسیاتی مریض ہو جاتا ہے اور اسکا
سکون قلبی و ذہنی ختم ہو جاتا ہے اسی لئے فرمایا
گیا

وانکحوا الایامی منکم۔

شادی نام ہے ایک تازہ حیات کا

ہمیشہ سے انسانی قانون اور خدائی قانون میں ٹکرائو
رہا ہے انسانی قانون جسکو سماج یا معاشرہ کہا جاتا
ہے چند محدود یا وقتی قانون والا ہوتا ہے کیونکہ انسان
کی عقل تمام ضروریات کا احاطہ نہیں کر سکتی وہ
اپنا یا اپنے علاقہ کا یا اپنی قوم کا اور بس اپنے زمانہ
پر نظر رکھتا ہے اور اسی انداز کافائدہ دیکھتا ہے۔ ہر
خلاف خدائی قانون کے وہ فطری قانون ہوتا ہے
اسمیں ہر ہر جز کا احاطہ ہوتا ہے جو ہر علاقہ اور ہر
زمانہ کیلئے ہوتا ہے۔

ایسے ہی قانون مین ایک قانون برصغیر میں: **مشرکہ**
کنبہ؛ کا قانون ہے جو فطرت کے عقل کے اور اچھی
تہذیب کے خلاف ہے۔ اس کے فوائد کم اور نقصانات
زیادہ ہیں۔

مشرکہ کنبہ کی اصل وجہ

۱۔ پیسہ یکجا خرچ ہو [یہ معاشی پہلو ہے] ۲۔ بالا دستی
کی خواہش [یہ نفسیاتی پہلو ہے]

مشرکہ کنبہ کے نقصانات

[۱] پرائیویسی نہیں ملتی [۲] اپنی پسند، نا پسند
دوسرے کے تابع ہوتی ہے [۳] دینی اعمال بھی ماحول
کے تابع ہو جاتے ہیں [۴] سب کے یا ایک کے پیسہ پر
کوئی ایک یا چند دادگیر دماغ قابض ہوتے ہیں
۔ [۵] پیسہ والے کی یا کمانے والے کی زیادہ عزت
ہوتی ہے دوسرے افراد دوسرے درجہ کے شہری
ہوتے ہیں [۶] کچھ کی صلاحیتیں ابھر جاتی ہیں کچھ
کی بکھر جاتی ہیں [یعنی گھر کے کچھ حصہ
کو کمزور اور ناکارہ کر دیا جاتا ہے] [۷] تعلقات خراب
ہوتے ہیں [جس سے غیبت منافقت کدورت جیسی
بیماریاں پلتی ہیں] [۸] چھوٹی سے چھوٹی تلخی
بڑھتی چلی جاتی ہے بلکہ پھیلتی جاتی ہے۔ ساس بہو

اور نند ہی نہیں میاں بیوی بلکہ بچہ بھی اسکا شکار ہوتے ہیں [۹]جنسی عدم تسکین کی بیماری لگ جاتی ہے[۱۰] آپس میں بیزاری آتی ہے ۔

خدای قانون کے فوائد[یعنی مشترک نہ رہنا]

[۱]روٹی کپڑا مکان میں ہر یونٹ آزاد ہو[اپنے الگ گھروں میں ٹک کر رہو۔الاحزاب]اپنے اپنے متعلقین سے الگ رہنا ؛ واجب ؛ ہے[کنز الدقائق]ازواج مطہرات کے الگ الگ گھر تھے [سورہ حجرات میں لفظ بیوتکن اور بیوت النبی کے الفاظ ہیں]شوہر کو بالکل اختیار نہیں کہ وہ ماں اور بیوی کو ایک ساتھ رکھے اگر بیوی یا ماں نہیں چاہتی۔[الکشاف] غیر عورتوں کے پاس جانے سے پرہیز کرو[مرد کو عورت اور عورت کو مرد کے رشتہ داروں سے پرہیز ضروری ہے]۔حدیث نبوی۔یہ معاملہ الگ مکان میں ہی ہو سکتا ہے ۔ غیر عورتوں کے پاس جانے سے پرہیز کرو[مرد کو عورت اور عورت کو مرد کے رشتہ داروں سے پرہیز ضروری ہے]۔حدیث نبوی۔یہ معاملہ الگ مکان میں ہی ہو سکتا ہے ۔ غیر عورتوں کے پاس جانے سے پرہیز کرو[مرد کو عورت اور عورت کو مرد کے رشتہ داروں سے پرہیز ضروری ہے]۔حدیث نبوی۔یہ معاملہ الگ

قاسمی

י י / י י / י

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

طلاق جسکے معنی ہیں بندھن توڑنا۔

اسکا سد باب خود شریعت اسلامی نے کر رکھا ہے آنحضرت کا فرمان ہے کہ یہ **ابغض الحلال الی اللہ الطلاق** یعنی اللہ کے نزدیک سب سے ناپسندیدہ چیز طلاق ہے۔ شریعت فرماتی جب انتہائی ناگزیر حالات ہوں تب یہ قدم اٹھایا جائے ورنہ اسکا زبردست ادبار ہے۔ ایسی حرکت کی حوصلہ افزائی نہیں کی گئی بلکہ کچھ حالات میں تو طلاق دینا بالکل حرام ہے اور اس پر لعنت کی گئی ہے۔۔

در اصل انسان مادر زاد آزاد جانور نہیں ہے بلکہ کچھ تمدنی پابندیاں اسپر لاگو ہوتی ہیں کچھ تہذیبی پاسداریاں اس پر منطبق ہوتی ہیں جب ہی تو وہ اشرف المخلوقات کہلاتا ہے۔ اسکی عائلی زندگی بھی کچھ بندھنوں سے بندھی ہوئی ہے جس میں سب سے اہم ایک عورت مرد کا آبس میں اسطرح رہنا جسکو سماج بھی پسند کرتا ہو اور شریعت بھی پسند

کرتی ہو۔ اس سے پورے سماج کا فائدہ بھی ہو
اور انسانی جذبات کی تکمیل بھی ہو۔ جسکو ہم
نکاح کا نام دیتے ہیں ۔

فطرت انسانی یہ ہے کہ جب دو فرد ایک
ساتھ وقت گزارتے ہیں تو ہم مزاج ہونے کے
باوجود کبھی نہ کبھی تصادم یا ٹکرائو کی
صورت حال بھی پیش آتی ہے۔ ایسے وقت
میں اگر حکمت عملی تحمل و بردباری اور
دانشمندی سے کام لیا جائے تو سماج میں ان
افراد یا فیملی کی ایک کامیاب تصویر ابھر کر
سامنے آتی ہے۔ اس کے برخلاف منفی سوچ ،
عجلت پسندی جاہلانہ اور جذباتی

فیصلے سامنے آنے لگیں تو پورے مسلم سماج
کی ایک نہایت بے ڈھنگی اور معیوب تصویر
سامنے آتی ہے اور یہی صورت حال آجکل
زیادہ پیش آرہی ہے ہماری بے کسی بے
حسی میں بدلتی جارہی ہے۔ کیونکہ کسی ملت
کے لمحہ کی لغزش صدیوں پر حاوی ہوتی

ہے ایک غلط حرکت پورے عائلی ڈھانچہ
بلکہ پورے سماج کو کھوکلا کر دیتی ہے
اور رفتہ رفتہ پورا معاشرہ تباہی کے دھانہ پر
آجاتا ہے۔ جسکی مثال آجکا زمانہ ہے
بالخصوص مسلم ماحول جو کہ پہلے ہی سے
پسماندہ ہے۔ ایک طلاق سے مزید بدتر حالات
میں آجاتا ہے۔ اسکی چند اہم ترین وجوہ ہیں۔

غربت جہالت ، ، لالچ و ہوس۔ جذبات کی غلامی
اور شریعت اسلامی سے دوری۔

آئیے ان اسباب پر اس طرح نظر ڈالیں کہ
شرعی سدباب بھی سامنے آتا جائے۔

[۱] غربت اسلام بھی دور کرنا چاہتا ہے۔۔

دینے والا ہاتھ لینے والے سے بہتر ہے۔ اس
طرز کی بے شمار احادیث مل جائیں گی۔

غریبی میں جب ذمہ داریاں سنبھالنی مشکل ہو
تی ہے تو فریقین میں بات بات پر جھگڑے

ہوتے ہیں اور منفی سوچ پیدا ہوتی
ہے پھر طلاق

تک کی نوبت آجاتی ہے اور گھر ٹوٹ جاتے
ہیں سماج بکھر جاتا ہے

[۲] **جہالت**۔ جو بہت سی برائیوں کی جڑ ہے
اسی میں سے ایک طلاق دینے کی بھی برائی
ہے۔ تعلیم اگر اچھی تربیت کے ساتھ ہو تو
انسان کو نہ صرف تحمل و بردباری سکھاتی
ہے بلکہ معاشرہ میں سراونچا کر کے جینے کا
سلیقہ بھی سکھاتی ہے اسی لئے کہا گیا: **طلب**
العلم علی کل مسلم ومسلمۃ:

[۳] **لالچ و ہوس**۔ یہ لالچ چاہے دولت کے
سلسلہ میں ہو یا شہوت کے سلسلہ میں ہو۔
کوئی مالدار گھرانہ ہو یا کوئی خوبصورت
چہرہ ہو کسی بھی لالچی انسان کو بہت جلد
اپنی طرف کھینچتا ہے یہ کشش اور جاذبیت
ایک خود غرض انسان سے بہت کچھ
کروادیتی ہے، چاہے وہ طلاق ہی کیوں نہ ہو۔

[۳] **جذبات کی غلامی**۔ کبھی کبھی انسان انسانیت چھوڑ کر حیوانیت سے مغلوب ہو کر جذبات میں آکر سارے بندھن توڑنے پر مجبور ہو جاتا ہے، حالانکہ بعد میں تمام عمر پچتا تا ہے۔

اور سب سے بڑی برائی ایک مسلمان کی **شریعت اسلامی سے دوری اور ناواقفیت** ہے اسکو معلومی نہیں ہوتا کہ طلاق کیا ہے اسکی کیا اہمیت ہے اسکو اگر دینا ہے تو کس طرح دی جائے اور کیا طریقہ اپنایا جائے کیا فوراً طلاق دے دی جائے یا اس سے پہلے جو طریقہ قرآن نے بتائے ہیں انکو اپنایا جائے

قرآن کہتا ہے۔ **واللاتی تخافون نشوزهن فعظوهن واهجروهن فی المضاجع واضربوهن**۔ اور فرماتا ہے **فابعثوا حکما من اہلہ وحکما من اہلہا**۔ اس نے طلاق سے پہلے چار طریقہ آپس کی صلح کیلئے بتائے [۱] غلط روش پر

حکمت عملی سے سمجھا یا جائے [۲] بستر
سے علاحدگی اختیار کی جائے [۳] سرزنش
کی جائے [۴] دونوں فیملیز سے ایک حکم یعنی
جج بنایا جائے اسکے بعد بھی اگر معاملہ نہیں
سلجھتا تو طلاق کی طرف قدم بڑھا یا
جائے پھر طلاق دینے کا طریقہ بھی بہت مشکل
بنادیا گیا تاکہ جلد بازی میں کوئی فیصلہ نہ
ہو جائے اسکے طریقہ سے پہلے یہ بات ذہن
نشیں رہنی چاہیے کہ۔

دراصل اسلام میں طلاق کا **اختیار ایک مسلم،**
سنبیدہ، عاقل، بالغ، برد بار شخص، کو دیا
جاتا ہے جو ایک اچھے سماج پر بوجھ نہیں بلکہ
اسکو چلانے میں سبکا شریک ہوتا ہے ۔

شریعت میں طلاق سے مراد دو افراد، یا
دو خاندان کو توڑنا نہیں ہے بلکہ **یہ ایک ایسا**
انگجکشن ہے جسکو تعلقات کی صحت کے
لئے کبھی کبھی دینا ضروری ہوتا ہے۔

اسی لئے اللہ نے بھی فرمایا ہے کہ: **لا جناح**
علیکم ان طلقتم النساء؛ یعنی [ضروری موقع
پر] طلاق دے سکتے ہو۔ مگر یہ: **ابغض الحلال**
ل الی اللہ الطلاق : ہے یعنی حلال چیزوں میں
سب سے بری چیز یہ ہے۔ طلاق دینا کچھ
شرطوں کی وجہ سے بہت مشکل کام ہے
مگر آجکل طلاق کی شرعی جانکاری نہ ہو
نے کی وجہ سے اسکا بہت غلط استعمال
ہونے لگا ہے۔ علامہ قرضاوی نے تو یہاں
تک فرمایا ہے کہ جس طرح لوگو کو وضو
نماز کے مسائل سکھائے جاتے ہیں اسی طرح
ہر مسلمان کو طلاق دینے کا صحیح طریقہ
بھی سکھانا چاہیے۔ کیونکہ اسکے شرعی
طریقہ میں خود ہی طلاق کا سد باب ہے۔ مگر
افسوس اسکی طرف کوئی دھیان نہیں دیتا اور
زبان سے تیر اندازی کر دی جاتی ہے۔ طلاق
دینے کیلئے اتنی شرعی شرطیں اسی لئے ہیں
تاکہ طلاق دینے والا آخر وقت تک سنبھل

جائے اور اسکو پورا موقع مل جائے۔ طلاق
کا صحیح شرعی طریقہ اس طرح ہے کہ

مرد اپنی بیوی کو [۱] ایسے پاکیزہ وقت
میں [یعنی جسوقت : ماہواری: نہ ہو اسوقت میں
اور] [۲] وہ وقت ایسا ہو کہ اسمیں رشتہ ازدواج
قائم نہ کیا گیا ہو [۳] اس وقت صرف ایک
بار [۴] ماضی : پاسٹ: کے جملہ سے [۵] طلاق
کا لفظ اسطرح ادا کیا گیا ہو کہ : میں نے تمہیں
ایک طلاق دی: طلاق دے رہا ہوں یا طلاق
دونگا۔ ان الفاظ سے طلاق نہیں ہوگی

اگر ان پانچ شرطوں میں سے ایک بھی شرط
نہ پائی گئی تو صحیح طلاق نہیں ہوگی بلکہ
کچھ علماء نے گواہ اور تلفظ کی بھی شرط
رکھی ہے یعنی طلاق دیتے وقت : ط؛ اور
ت: کا بھی خیال رکھا جائے اور گواہ بھی ہوں
جیسا کہ امام بخاری وغیرہ کا رجحان ہے
۔ اتنی ساری شرطوں

کا لحاظ کر کے جو طلاق دے گا وہ واقعی
کسی زبردست مجبوری کے تحت دے گا۔ ورنہ
ہر شرط کے ساتھ ہی جوش کی جگہ ہوش آتا
چلا جائے گا۔ پھر طلاق کے بعد بھی تین
اختیارات ملتے ہیں ۔

[۱] طلاق کے دوسرے ہی لمحہ سے طلاق
دینے والے کو یہ اختیار ہوتا ہے کہ وہ
خاموشی سے بھی رجوع: [کم بیک] کر سکتا
ہے نہ کسی کو خبر ہو نہ سماج میں تماشہ
بنے ۔ [۲] بلکہ تین ماہ [ایام عدت] بیوی کو
اپنے گھر میں رکھنا ضروری ہے تاکہ کسی
وقت بھی مرد رجوع: کم بیک:

کر سکے۔ [۳] اگر تین ماہ تک رجوع نہیں کیا
تب بھی وہ دوبارہ نکاح کر سکتا ہے اب کم از
کم دو گواہوں کی ضرورت پیش آئے گی یہ
ہے صحیح طریقہ طلاق کا جسکو نہ طلاق
دینے والے نہ لینے والے جانتے ہیں اور
شریعت کا مذاق بن جاتا ہے

فقہی تفصیلات، طلاق رجعی، طلاق بدعی،
دو طلاق یا تین طلاق کے تمام نکات علمی
تجزیہ کے نام سے آگے لکھ دیے ہیں کیونکہ
ان مباحث پر گفتگو کرنا اہل علم کو زیب دیتا
ہے عوام کو ان تفصیلات میں الجھا کر انکا
مزید نقصان زیادہ کر دیا جاتا ہے فائدہ بہت کم
ہوتا ہے۔ ان فقہی نکات کی وجہ سے: جماعت
بندی، مذہبی سیاست اور صرف جذبات ابھر
کر سامنے آتے ہیں مگر پبلک کونہ کوئی
خاص فائدہ ہوتا ہے نہ ہی کوئی مثبت میسج
دنیا کے سامنے آتا ہے بلکہ: شریعت اسلامیہ
کی امیج خراب ہو جاتی ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ طلاق روکنے کے لئے
جہان سماجی اور فلاحی اداروں کو بڑھ کر کام
کرنا چاہیے وہیں اسلامی شرعی اداروں
کو چاہیے کم از کم طلاق دینے کا وہ صحیح
طریقہ ہی عوام کو بتادیں جسمیں بے شمار
پابندیاں ہیں تاکہ برائیوں کے اس سیلاب پر کچھ

تو بندھ باندھا جاسکے۔ اور مسلمان بھی ایک
اچھا سماج بنانے میں اپنا حصہ ڈال سکیں۔

ہم چاہے ہیں کچھ تم چاہو ہو کچھ

وقت کیا چاہے ہے دیکھا چاہیے

بات چاہے ہے سلیقہ ہو کلیم

بس اسکو کہنے کا سلیقہ چاہیے۔

دل نہ چاہتے ہوئے بھی بادل نخواستہ اس
موضوع کا علمی تجزیہ بھی سامنے رکھ رہا
ہوں۔ حالانکہ یہ عوام کے لئے مفید نہیں ہوتا۔

تین طلاق یا ایک طلاق یقیناً عوام الناس
کے لئے یہ موضوع بالکل مفید نہیں مگر اہل
علم کے لئے دعوت فکر و نظر ہے اس لئے
اس موضوع کی چند باتیں تجزیہ کر کے گوش
گزار کی جا رہی ہیں۔

مختصر تجزیہ

آج کل ایک مجلس کی تین طلاق کا مسئلہ
پورے ہندوستان بلکہ عالمی پیمانے پر اچھالا
جا رہا ہے کہ ایک مجلس کی تین طلاق ایک

مانی جائے گی تین نہیں حتی کہ حکومت کو بھی بہت دلچسپی ہوگئی ، اور انتہائی جرأت و بے باکی سے کہا جا رہا ہے کہ ”طلاق انسان کا بنایا ہوا قانون ہے اور یہ دعویٰ کرنا کہ طلاق کا قانون وحی پر مبنی ہے کھلی بے ایمانی ہے۔“

اس سلسلے میں سب سے پہلی بات یہ ہے کہ شریعت کے نزدیک بیوی کو طلاق دینا انتہائی مبغوض اور مکروہ فعل ہے ، طلاق کو آپ ﷺ نے ابغض الحلال کہا ہے (رواہ ابن ماجہ: ۲۰۱۸) اور قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ: اگر میاں بیوی میں ناچاقی پیدا ہو جائے تو (مطلقاً طلاق کے بجائے) باہمی صلح و مصالحت کا طریقہ اختیار کرو اور اسی پانچ **پروسج** سے گزرو جسکا ذکر مندرجہ بالا ہوچکا ہے ۔ اسکی تفصیل قانونی زبان میں کچھ اسطرح ہوگی کہ

اب شوہر کتنی طلاق دے، ایک، دو، یا تین۔ نیز تین طلاق دینے کی صورت میں ایک ہی طہر میں تینوں دے یا الگ الگ طہر میں اور اگر ایک طہر میں تین طلاق دے رہا ہے تو

ایک مجلس میں دینا چاہئے یا الگ الگ تین مجلس میں۔ ان سب چیزوں کا بیان مندرجہ بالا آیت میں نہیں ہے، بلکہ ان میں سے بعض کا بیان قرآن کریم کی دوسری آیات میں ہے اور بعض چیزوں کا بیان قرآن کریم میں سرے سے ہی نہیں، ان کا ذکر صرف احادیث صحیحہ میں ہے، قانونی اصطلاحات درج ذیل ہے:

طلاق کی قسمیں

طلاق کی تین قسم ہے: [ان تینوں قسموں سے طلاق ہوجاتی ہے]

(۱) **طلاق احسن**، یعنی شوہر بیوی کو ایک طلاق دے، ایسے طہر [پاکیزہ ایام] میں جو جماع [ہمبستری] سے خالی ہو اور اسی حالت پر بیوی کو چھوڑ دے تا آن کہ عدت پوری ہوجائے یا رجوع [کم بیک] کرے چاہے تو زماً عدت میں رجعت کرلے۔

(۲) طلاق کی دوسری قسم **طلاق حسن** ہے، یعنی مدخول بہا [مکمل ہمبستری والی] عورت کو تین طلاق الگ الگ طہر میں دے۔

(۳) تیسری قسم کو **طلاق بدعی** کہتے ہیں۔
اس کی دو صورت ہے: پہلی صورت یہ ہے
کہ شوہر بیوی کو ایک ہی مجلس [سجوشن
[میں تین طلاق دے اور [۲] دوسری صورت
یہ ہے کہ ایک ہی طہر میں تین طلاق (الگ
الگ مجلس میں) دے۔ (ہدایہ: ۲۲۱/۱،
مطبوعہ بیروت، ۱۹۹۵/)

اول الذکر دو قسموں کا ذکر قرآن وحدیث
دو[وں میں موجود ہے، پہلی قسم کا ذکر قرآن
کی اس آیت میں ہے: **یا ایہا النبی اذا طلقتم
النساء فطلقوهن لعدتهن** (سورہ طلاق: ۱) اے
[بی جب آپ طلاق دیں عورتوں کو تو ان کو
طلاق دیجئے ان کی عدت پر۔ یعنی طہر میں
طلاق دیجئے تاکہ اسکے بعد والا حیض عدت
میں شمار ہو جائے اور حدیث سے یہ قید بھی
ثابت ہے کہ اس طہر میں صحبت[ہ کی ہو،
چنا[چہ حدیث میں آتا ہے کہ حضرت عبداللہ
بن عمر رضی اللہ عنہما[ہ اپنی بیوی کو
حیض کی حالت میں ایک طلاق دے دی،
حضرت عمر[ہ آپ ﷺ سے اس کا ذکر کیا
تو آپ[ہ اراض ہو گئے اور کہا کہ ابن عمر کو

رجعت کر لینا چاہئے اور بیوی کو نکاح میں باقی رکھنا چاہئے تاآن کہ عورت کو دوسرا حیض آجاوے اور اس حیض سے پاک ہو جاوے تو اب اگر ابن عمر کو مناسب معلوم ہو تو بیوی کو ایسے طہر میں طلاق دے جس میں جماع نہ کیا ہو الخ۔ (سائی ۱۳۹۱، بخاری ۵۲۵۱، مسلم ۱۴۷۱، ابن ماجہ ۲۰۱۹) طلاق کی دوسری قسم کا ذکر اس آیت میں ہے: **الطلاق مرتان، فامساک بمعروف أو تسريح بإحسان** (سورہ بقرہ: ۲۲۹) طلاق رجعی دوبار ہے، اس کے بعد دستور کے موافق بیوی کو رکھنا ہے یا بھلے طریقے سے چھوڑ دینا ہے۔ یعنی طلاق جس میں رجعت ہوسکے کل دوبار ہے، ایک یا دو طلاق تک تو اختیار دیا گیا کہ عدت کے اندر مرد چاہے تو عورت کو پھر دستور کے موافق رکھ لے یا بھلی طرح سے چھوڑ دے، پھر عدت کے بعد رجعت باقی نہیں رہتی۔ ہاں اگر دو وں راضی ہوں تو وہ دوبارہ نکاح کرسکتے ہیں اور اگر تیسری بار طلاق دے گا تو پھر ان میں نکاح بھی درست نہیں ہوگا جب

تک کہ دوسرا خاوا د اس سے نکاح کر کے
 صحبت نہ کر ليوے۔ (ترجمہ شیخ الہند)
 اور طلاق کی دوسری قسم کا ذکر حضرت
 عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی اس حدیث
 میں ہے کہ : سنت طریقے پر طلاق یہ ہے کہ
 شوہر ایک طلاق دے ایسے طہر میں جس
 میں جماع نہ کیا ہو، پھر عورت کو حیض
 آوے اور حیض سے پاک ہو جائے تو دوسری
 طلاق دی جائے، پھر عورت تیسرے حیض
 سے بھی پاک ہو جائے تو تیسری طلاق دے
 اور اب عورت ایک حیض عدت گزارے گی۔
 (اخرجہ النسائی ۳۳۹۴، وابن ماجہ ۲۰۲۱)
 اور مذکورہ دووں قسموں کا مجموعی ذکر
 اس آیت میں ہے : **وَإِذَا طَلَقْتُمُ النِّسَاءَ فَلْيُغْنِ
 أَجْلُهُنَّ فَأَمْسِكُوهُنَّ بِمَعْرُوفٍ أَوْ فَارِقُوهُنَّ
 بِمَعْرُوفٍ** (بقرہ: ۲۳۱) جس کا حاصل یہ ہے
 کہ ایک طلاق، یا دو طلاق الگ الگ طہر میں
 دینے کی صورت میں رجعت کا حق صرف
 عدت تک ہے کہ عدت گزرے سے پہلے یا
 تو رجعت کرے (اگر بھلے طریقے پر

رکھنا ہے) یا بھلے طریقے پر چھوڑ دے
اور عدت گزر جائے۔

مندرجہ بالا تینوں آیتوں میں اللہ ﷻ سے یہ بیان
کیا ہے کہ دو طلاق تک شوہر کو عدت کے
زما ﷻ سے میں رجعت کا حق باقی رہتا ہے۔ عدت
گزر ﷻ سے کے بعد رجعت کا حق باقی ﷻ ہیں رہتا
ہے بلکہ دوبارہ ﷻ نکاح کر ﷻ پڑے گا اور تین
طلاق دینے کی صورت میں زما ﷻ سے عدت میں
ﷻ تو رجعت کا حق باقی رہتا ہے اور ﷻ ہی
عدت کے بعد اس سے ﷻ نکاح درست ہے جب
تک دوسرا شوہر اس سے ﷻ نکاح کر کے
صحبت ﷻ کر لے۔

قرآن کریم میں طلاق کی صرف دو قسموں
کو ذکر کر ﷻ سے کی حکمت و مصلحت دوسری
آیات میں ملتی ہیں، ارشاد باری ہے: **ومن یتق
اللہ یجعل لہ مخرجاً (طلاق: ۲) ومن یتق اللہ
یجعل لہ من أمرہ یسرّاً (طلاق: ۴) لا تدری لعل
اللہ یحدث بعد ذلک أمراً (طلاق: ۱)** یعنی طلاق
کی بابت جو اللہ سے ڈرے اور اس کے بنائے
ہوئے طریقے کے مطابق طلاق دے تو ممکن
ہے کہ اللہ اس پر رحم و کرم اور ﷻ رمی کا

معاملہ کریں اور کوئی سبیل پیدا فرمادیں بایں
طور کہ طلاق کے بعد اللہ تعالیٰ شوہر کے دل
میں بیوی کی محبت پیدا کر دیں اور شوہر
بیوی کو چاہنے لگے اور رجعت کر لے، اور
ظاہر ہے کہ تین طلاق دینے کی صورت میں
رجعت □ ہیں کر سکتا۔

مندرجہ بالا آیتوں میں سے کسی ایک بھی
آیت میں - تیسری قسم کا بیان ہے ہی □ ہیں کہ
جس □ ہے اپنی بیوی کو ایک مجلس میں تین
طلاق دیدی تو اس کا کیا حکم ہے، قرآن □ ہے
اس کا ذکر ہی □ ہیں چھیڑا ہے بلکہ اس کا ذکر
صرف احادیث صحیحہ شریفہ میں آیا ہے۔
جب کوئی حکم قرآن میں مذکور □ ہو تو
احادیث کی طرف رجوع کیا جائے گا اور
احادیث کے مطابق فیصلہ کیا جائے گا اور
اس صورت میں حدیث ”**جاء بحکم لم یُذکر فی**
القرآن الکریم“ یعنی ایسی بات جس کا ذکر
قرآن میں □ ہیں ہے کے قبیل سے ہوگی۔

طلاق ثلاثہ اور ائمہ مجتہدین

امام □ ووی ایک مجلس کی تین طلاق کے
بارے میں ائمہ اربعہ کا □ ظریہ اس طرح بیان

کرتے ہیں کہ: علماء کا اس شخص کے بارے میں اختلاف ہے جو اپنی بیوی سے [۱] ت طالق ثلاثا کہے (میں تجھے تین طلاق دیتا ہوں) امام شافعی، امام مالک، امام ابوحنیفہ، امام احمد اور جمہور علماء سلف و خلف اس بات کے قائل ہیں کہ تینوں واقع ہو جائیں گی۔ (شرح [۲] ووی علی صحیح مسلم: ۳۲۸/۵، تحقیق حازم محمد و اصحابہ، طباعت: ۱۹۹۵/۱) امام [۳] ووی کے اس بیان سے معلوم ہو گیا کہ ائمہ اربعہ [۴] سے ایک مجلس کی تین طلاق کو تین ہی [۵] ہے، ایک [۶] ہیں [۷] طلاق ثلاثہ اور احادیث

[۱] حضرت عائشہ [۲] سے مروی ہے کہ ایک صحابی [۳] نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دیں، اس عورت [۴] سے دوسرا [۵] نکاح کر لیا، دوسرے شوہر [۶] سے بھی (قبل الوطی) طلاق دے دی، آپ ﷺ سے پوچھا گیا کہ کیا وہ پہلے مرد کے لیے حلال ہو گئی؟ آپ ﷺ نے فرمایا [۷] ہیں جب تک دوسرا شوہر پہلے شوہر کی طرح لطف [۸] دوز [۹] نہ ہولے۔ (صحیح بخاری: ۵۲۶۱، صحیح مسلم: ۱۴۳۳)

یہ بھی ممکن ہے کہ : یہ تینوں طلاقیں ایک مجلس میں □ ہیں دی گئی ہوں: [مگر کوئی واضح دلیل □ ہیں ہے ۔ امام بخاری بھی باب بناکر شاید یہی کہنا چاہتے ہیں] (فتح الباری: ۳۶۷/۹)

۲۔ بالکل اسی طرح کی ایک دوسری حدیث ہے کہ حضرت عائشہ □ سے مروی ہے کہ رفاعہ قزطی □ کی بیوی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں، اور کہا کہ اے اللہ کے رسول: ان رفاعہ طلقنی فَبَتَّ طلاقى کہ رفاعہ □ ہے مجھے طلاق قطعی [کلیر کٹ] دیدی (عدت گزر □ ہے کے بعد) میں □ ہے عبدالرحمن بن الزبیر سے □ کاح کر لیا لیکن ان کے □ در قوت رجولیت ختم ہو گئی ہے، آپ ﷺ □ ہے فرمایا: شاید تمہاری خواہش یہ ہے کہ پھر رفاعہ کی زوجیت میں چلی جاؤ، ایسا □ ہیں ہوسکتا جب تک کہ وہ (عبدالرحمن) تم سے اور تم اس سے لطف □ دوز □ ہولو۔ (بخاری: ۵۲۶۰)

حضرت عائشہ □ کی پہلی حدیث اور یہ حدیث دو □ وں الگ الگ ہے، حافظ ابن حجر

□ اسی کو راجح قرار دیا ہے اور دو□ وں حدیث کو الگ الگ واقعے پر محمول کیا ہے۔

۳۔ فاطمہ بنت قیس کہتی ہیں: طلقنی زوجی ثلاثاً و هو خارج الی الیمن فأجاز ذلک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (میرے شوہر حفص بن عمرو□ اے مجھے تین طلاق دیدی اور وہ یمن کے سفر میں تھے، آپ ﷺ اے اس کو جائز یعنی□ اذ قرار دیا) اخرجہ ابن ماجہ ۲۰۲۴۔

جوابا یہ بھی کہا گیا کہ پہلے فاطمہ کو دو طلاق دی گئی تھی پھر تیسری طلاق دی گئی یا اسمیں تعداد کا ذکر ہی□ ہیں ہے گویا اصطلاحی اعتبار سے حدیث: مضطرب ہے۔

(التعلیق المغنی علی الدار قطنی: ۱۱/۴)

۶۔ سوید بن غفلہ کہتے ہیں کہ جب حضرت علی□ شہید کر دیئے گئے تو حسن بن علی کی بیوی عائشہ خثعمیہ□ اے اگر حضرت حسن□ سے کہا: آپ کو خلافت مبارک ہو، حضرت حسن□ اے کہا: امیر المومنین کی شہادت پر مجھے مبارک باد دیتی ہے، جا! تجھے طلاق دیتا ہوں (ایک روایت میں تین طلاق کا ذکر ہے۔ دیکھئے : دارقطنی: ۳۰/۴)

اور حضرت حسنؑ نے کہا: اگر میںؑ نے اس کو طلاق بائنؑ نہ دی ہوتی تو میں اس سے رجعت کر لیتا، مگر میںؑ نے اللہ کے رسول ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جو آدمی اپنی بیوی کو تین طلاق دے ہر طہر میں ایک طلاق، یا ہر مہینے کے شروع میں ایک طلاق یا بیک وقت (ایک مجلس میں) تین طلاق دے تو اس کے لیے وہ عورت حلالؑ نہ ہوگی یہاں تک کہ وہ دوسرے شوہر سےؑ نکاح کر لے۔
(اخرجہ الدارقطنی: ۳۱/۴، والبیہقی: ۳۳۶/۷)

اس روایت سے معلوم ہوا کہ اکٹھی تین طلاق دے چکنے کے بعد رجوع کرؑا ایسا ہی حرام ہے جیسا کہ متفرق طور پر تین طہر میں تین طلاقیں دینے کے بعد حرام ہے، اگر دفعتہ تین طلاقیں دینے کے بعد بھی رجوع کی کوئی امکانی صورت باقی ہوتی تو حضرت حسنؑ ضرور مراجعت فرمالتے۔

آثار صحابہ

ایک مجلس کی تین طلاق کے جواز اور وقوع پر احادیث صحیحہ مرفوعہ سے استدلال کے بعد اب ہم صحابہ کرام کے فتاویٰ

اور آثار کو ذکر کر رہے ہیں کہ صحابہ کرام
 ؓ سے مجلس کی تین طلاق کو ایک ؓ ہیں ما ا ہے
 بلکہ تین ما ا ہے اور وہ آثار درج ذیل ہیں:
 ۱۔ مجاہد کہتے ہیں کہ حضرت ابن
 عباس ؓ کے پاس ایک آدمی آیا اور کہا کہ
 میں ؓ سے اپنی بیوی کو تین طلاق دیدی ہے،
 حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما خاموش
 رہے، مجاہد کہتے ہیں کہ میں ؓ سے سوچا کہ
 ابن عباس ؓ بیوی کو اس آدمی کے ؓ کا ح میں
 لوٹادیں گے، پھر ابن عباس ؓ سے کہا: تم لوگ
 حماقت کا کام کرتے ہو، پھر آکر چلاتے ہو
 اے ابن عباس، اے ابن عباس، اللہ فرماتا
 ہے: ومن يتق الله يجعل له مخرجاً، اور تم اللہ
 سے ؓ ہیں ڈرے اس لئے میرے یہاں تمہارے
 لئے کوئی سبیل ؓ ہیں ہے، تم ؓ سے اپنے رب کی
 ؓ افرمای کی اور تمہاری بیوی تم سے جدا
 ہو گئی۔ (اخرجہ ابوداؤد: ۲۱۹۷، والدارقطنی:
 ۱۳/۴)

۲۔ حضرت سعید بن جبیر کہتے ہیں کہ ایک
 آدمی ؓ سے اپنی بیوی کو ایک ہزار طلاق دیدی،
 حضرت ابن عباس ؓ سے کہا: تمہارے لئے کافی

تھا کہ تین طلاق دیدیتے اور بقیہ □ و سو سنا □ وے ترک کر دیتے۔ (دارقطنی: ۱۲/۴)

۳۔ مدینہ میں ایک مسخرے آدمی □ ہے اپنی بیوی کو ایک ہزار طلاق دیدی، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس استفتاء آیا، آپ □ □ ہے کہا۔ کہ کیا تم □ ہے اپنی بیوی کو طلاق دی ہے، اس آدمی □ ہے کہا □ ہیں، میری □ یت طلاق کی □ ہیں تھی میں تو مذاق کر رہا تھا، حضرت عمر □ ہے اس کو کوڑے لگائے اور کہا کہ تین طلاق دینا کافی تھا۔ (عبدالرزاق فی "المصنف" ۱۱۳۴۰، والبیہقی: ۳۳۴/۷)

۴۔ ایک آدمی حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور کہا کہ میں □ ہے اپنی بیوی کو ایک ہزار طلاق دی ہے، آپ □ ہے فرمایا: تین طلاق □ ہے بیوی کو تم پر حرام کر دیا۔ یعنی بقیہ □ و سو سنا □ وے لغو ہو گئیں۔ (بیہقی: ۳۳۵/۷)

۵۔ محمد بن ایاس کہتے ہیں کہ: ابن عباس، ابوہریرہ اور عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہم تینوں سے اس شخص کے بارے میں پوچھا گیا جس □ ہے اپنی بیوی کو

قبل الدخول طلاق دے دی، تینوں ؓے کہا:
عورت اس کے لیے حلال ؓہیں ہے جب تک
کہ دوسرے شوہر سے شادی ؓہ کر لے
(ابوداؤد: ۲۱۹۹)

۶۔ حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ
عنہ ؓے اپنی بیوی تماضر بنت الاصبغ کو
کلمہ واحدہ (ایک مجلس میں) تین طلاق دیدی،
عبدالرحمن کے شاگرد ابوسلمہ کہتے ہیں کہ
کسی روایت سے ہمیں یہ معلوم ؓہیں ہوسکا
کہ کسی صحابی رسول ؓے آپ پر ؓکیر کی
ہے۔ (دارقطنی: ۱۲/۴)

0۔ مسلمہ بن جعفر احمسی کہتے ہیں کہ
میں ؓے اپنے استاذ جعفر بن محمد سے
پوچھا کہ : بعض حضرات کہتے ہیں کہ
جس ؓے ؓادای میں بیوی کو طلاق دے
دی تو اس کو سنت کی طرف لوٹایا
جائیگا، یعنی ایک طلاق واقع ہوگی اور
اس بات کو آپ سے روایت کرتے ہیں۔
جعفر بن محمد ؓے کہا: اللہ کی پناہ چاہتا
ہوں، ہم ؓے اس طرح کی بات ؓہیں کہی
ہے بلکہ جس ؓے تین طلاق دی تو اس

کے قول کا اعتبار ہوگا۔ یعنی تین طلاق
واقع ہوگی۔ (اخرجہ الامام البیہقی:

(۳۴۰/۷)

مخالف آراء کے جواب کا خلاصہ۔

تین کو ایک مانے والے اسکول آف تھائٹ کا علمی
تجزیہ کر کے خلاصہ کیا جائے تو یہ چند باتیں سامنے
آتی ہیں [۱] الطلاق مرتان قران میں صرف دو طلاق
کا ذکر ہے تیسری کا [۲] ہیں [۲] حضرت طاؤس والی
روایت جسمیں تین کو ایک قرار دیا گیا ہے [۳]
حضرت رکاءہ والی حدیث۔ ان سبکا بہت مختصر [۱] داز
کا جواب اس طرح ہے ۔

الطلاق مرتان یعنی قران میں سرف دو طلاق کا ذکر

ہے اس کا جواب ہے کہ فوراً فان طلقها حتی تنکح
زوجا۔ غیرہ کہا گیا ہے۔

دوسری بات یعنی حضرت طاؤس کی روایت۔ اسکا
جواب یہ ہے کہ حضرت ابن عباس کے تمام شاگرد
سعید، مجاہد عطاء وغیرہ طاؤس کی روایت کو
ضعیف بتاتے ہیں۔ یا بقول ابن شیبہ یہ بات ہ غیر
مدخول بہا کے لئے کہی گئی ہے شاید یہی طاؤس کا
مسلک ہو یا یہ روایت منسوخ ہے اجماع صحابہ
سے۔ یا یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ایک وقت میں تین کے

بجائے ایک ہی طلاق دی جاتی تھی مگر بعد میں
لگاتار دینے لگے

تیسری بات یعنی رکّۃ والی حدیث۔ اسکا جواب یہ
ہے کہ۔ [۱] حدیث ضعیف ہے جیسا کہ امامؒ ووی کہتے
ہیں یا یہ البتہ [قطعاً] ہے جسکو تین سمجھ لیا گیا

ایک ضروری بات۔ تین کا لفظ صریح ہے برخلاف
تین بار طلاق طلاق کہا جائے ہو سکتا ہے صرف تائید
کیلئے ہو اسلئے یت دیکھی جائے گی

فیصلہ علماء حرمین کا۔ سینتالیس کتابوں ریسرچ
کے بعد یت نتیجہ یت کہ تین طلاق تین ہی ہیں [احسن
الفتاویٰ ج ۵ ص ۲۲۵] دراصل اس مسئلہ سب سے
پہلے

اٹھ سو سال بعد ابن تیمیہؒ نے اٹھایا۔ پھر پانچ سو سال
بعد اب یہ بات پھر اٹھ رہی ہے۔ سعودی عرب
سے [الدرر السنیہ کتاب العقائد ۱/۲۳۰] میں کہا گیا کہ
ہم ہر معاملہ میں ابن تیمیہ کا ساتھ یت دیتے۔

طلاق ثلاثہ کے ان ناقابل تردید حقائق و
شواہد کے باوجود، ایک مجلس کی تین طلاق
کو ایک ماننے پر اصرار کے پس پردہ نفسانی
خواہشات کی پیروی کے علاوہ اور کون جذبہ

ہوسکتا ہے۔ اور اب تو مسلمانوں کا ایک روشن خیال طبقہ مسلم پرسنل لا میں تبدیلی کا مطالبہ بھی کرنے لگا ہے اور بڑے جذباتی انداز میں تین طلاق کے حکم کو کالعدم قرار دینے اور عورتوں کو طلاق کا حق دینے کی تحریک چلا رہا

اگر ایسے دانشور حضرات واقعی مسلمانوں کے ہمدرد ہوتے اور اسلام کی حقیقت پر دل سے ایمان رکھتے تو طلاق ثلاثہ کو ختم کرنے کا مطالبہ کرنے کے بجائے مسلمانوں میں دینی بیداری پیدا کرنے کی تحریک چلاتے کہ تین طلاق دینا اگرچہ جائز ہے لیکن اسلام نے اس حرکت کو مبعوض ترین عمل قرار دیا، اس جائز پر عمل نہ کرنا ہی افضل ہے کسی ایسے عمل کے جواز سے جس کی قباحت بھی واضح انداز میں بیان کردی گئی ہے بچنا اصل امتحان اور دینی بیداری کا ثبوت ہے، مگر جدید ذہن کے دانشوروں کو تو اسلام میں تحریف کرنے کا اتنا ارمان ہے کہ وہ کسی طرح سے بھی اسلام کو جدید نصرانیت سے ہم آہنگ کرنے

کے مشتاق ہیں ان کو اسلام کی کاملیت اور جامعیت پر فخر نہیں بلکہ مغربیت کی نقالی کرنے اور اسلامی قوانین پر اعتراض کر کے اپنے آپ کو روشن خیال مسلمان ثابت کرنے کا جنون ہے۔

ان حضرات سے میری تو یہی گزارش ہے کہ رسماً اسلام کو تھامے رکھنے کے بجائے اپنا کوئی نیا راستہ ہی اختیار کر لیں نہ مسلمانوں کو ان کے مشوروں کی ضرورت ہے نہ اسلام کو ان کی حاجت ہے نہ ہی ایسے افراد مغربیت کیلئے موزوں ہیں اسلئے کہ خمیر میں ہندستانیت ہے، مزاج میں مغربیت ہے، زبان پر مسلمانوں سے ہمدردی اور دل میں لیڈرشپ اور اقتدار کی ہوس۔ یہ زر خرید ذہن والے صرف اخبار کی سرخیوں میں رہنے اور ملت کے نام پر فتنہ انگیزی میں مشغول رہنے کے شوقین ہیں۔ بہر حال یہ کوئی نئی بات نہیں ہے ایسے افراد ہر دور میں گذرے ہیں۔

جہاں تک عورت کو حق طلاق دینے کی بات ہے تو اسلام نے کب منع کیا ہے، اگر آپ

واقعی اتنے حساس ہیں تو اپنی بیوی کو حق طلاق تفویض کر دیجئے اپنے بچوں کو حکم دیں کہ وہ نکاح کرتے وقت اپنی بیوی کو طلاق دینے کا اختیار سونپ دیں۔ پھر عورت کی بالادستی کا یورپی منظر اپنے گھروں میں عملاً دیکھیں۔ انشاء اللہ ایک بھی عالم دین نہیں کہنے جائے گا کہ آپ نے عورت کو طلاق دینے کا حق کیوں دیدیا

رہ گئی یہ بات کہ علماء کرام قانون بنا کر عورتوں کو اسلام کی طرف سے طلاق دینے کا ویسا ہی حق دیدیں جیسا کہ یورپ میں یہ کورٹ میرج میں مرد و عورت دونوں کو ایک دوسرے کو طلاق دینے کا حق ہوتا ہے، تو اسلام بہر صورت ایسا حق عورتوں کو نہیں دے سکتا وہ مردوں کو قوام کہتا ہے تو اس کے بعد عورتوں کو قوام بنانا خلاف فطرت بھی ہے اور خلاف عقل بھی ہے۔ پہلے یہ دانشوران قوم مرد و عورت کی تخلیقی حقیقت، مزاج و طبیعت کو سنجیدگی سے مطالعہ و تحقیق کے ذریعہ جانیں پھر اس موضوع پر لب کشائی کریں۔ مگر اسکے

ساتھ ہی تصویر کا ایک دوسرا رخ بھی ہے
اور یہ ناانصافی ہوگی اگر اس نظریہ کو
مکمل نظر انداز کر دیا جائے بلکہ اسکو اسی
زاویہ سے دیکھا جائے اور پھر سوچ بچار کیا
جائے ۔

انڈیا میں سپریم کورٹ نے یکبارگی دی جانے والی
تین طلاقیوں کے بارے میں متبادل قانون سازی کی
ہدایت کی ہے، جس پر مختلف طبقات کی طرف سے
ملا جلا رد عمل آیا۔ کچھ اہل علم نے اسے دین میں
مداخلت قرار دیا جبکہ کچھ دوسرے حضرات نے
اسے مختلف فقہی آراء میں سے ایک رائے کو ترجیح
دینے کا کورٹ کا جائز حق بتایا۔ کورٹ نے بڑی
ہوشیاری سے اپنے ذمہ کچھ نہیں لیا اور گیند مسلم
علماء کے کورٹ میں پھینک دی ۔ لیکن یہ بھی
صحیح ہے کہ مسلم پرسنل لاء میں مداخلت کا آغاز
ہو گیا۔ بالعموم مسلم سماج میں مسائل کو فقہی مذاہب
کی روشنی میں زیر بحث لایا جاتا ہے اور نظری
طور پر فریق مخالف کے درست ہونے کے امکان کو
ماننے کے باوجود عملاً ہر فریق صرف اپنے فقہی
موقف کو ہی درست مانتا ہے۔ ہمارے سماج میں ایسا
شاذ ہی ہوتا ہے کہ کسی مسئلہ کے حل کی تلاش میں
واپس اصلی مأخذ تک رسائی اور ان سے استفادہ کا
منہج اختیار کیا جائے۔ ہر فریق اپنے مکتب فکر کے
متداول فتاویٰ کو ہی آخری سند کا درجہ دیتا ہے

تاہم درست علمی منہج یہ ہے کہ نئی مشکلات میں ہمیں واپس کتاب و سنت سے رجوع کر کے اپنی مشکلات کا قابل عمل حل تلاش کرنا چاہیے۔

طلاق کے حوالے سے اگر کتاب اللہ کی طرف رجوع کیا جائے تو ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ کتاب اللہ نے نکاح و طلاق کے ادارے کی از سر نو تنظیم کی ہے۔ جہاں تک طلاق کا تعلق ہے تو:

طلاق کی ضرورت پیدا ہونے کی ابتدا میں ہی میاں بیوی کے درمیان اختلافی امور پر تبادلہ خیال، عارضی ترک تعلق، معمولی تنبیہ اور ان کوششوں کے کامیاب نہ ہونے کی صورت میں دونوں خاندانوں سے تعاون حاصل کرنے کی کوشش کے مدارج بیان کئے گئے۔ گویا طلاق کوئی ناگہانی آفت کی طرح نازل ہونے والی شے نہیں بلکہ طویل غور و خوض اور مشاورت کے بعد کیا جانے والا ایک آخری اور نا پسندیدہ اقدام ہے (النساء: 4:34)

طلاق دینے کا وقت طے کیا گیا کہ ایسے وقت میں طلاق دی جائے جب میاں بیوی ایک دوسرے کی طرف شدید رغبت کی کیفیت میں ہوں (الطلاق: 1) ایک وقت میں ایک ہی طلاق دی جائے۔ اور اسکے لئے بھی پانچ شرطیں ہیں جیسا کہ اوپر گزر چکا ہے۔ جسکو ہر ایک کو ایجو کیٹ کرنا مسلم معاشرہ کی ناگزیر ضرورت ہے۔ ورنہ ناواقفیت اور جہالت کی وجہ سے یہ خاندانی ادارہ اور عائلی قانون بہت جلد تباہی کے دھانے پر کھڑا نظر آئے گا۔ کبھی کبھی

ایسی ضرورت بھی آسکتی ہے کہ دوسری یا تیسری طلاق بھی دے دی جائے لیکن اسکا ریشو بہت کم ہے۔ اس آخری اور تیسری طلاق کے سوا ہر طلاق کے بعد مصالحت یا تجدید طلاق کی گنجائش بھی دی گئی ہے خاتون کو خلع کی صورت میں حق طلاق دیا گیا ہے [البقرہ، ۲۲۹ سے ۲۳۱ تک]

ایلاء اور ظہار کو طلاق کے دائرے سے نکال کر ان کے ایسے احکام دئیے گئے جن کے باعث کسی خاتون سے ظلم ہونے کا امکان نہ رہے (البقرہ، 2:226، المجادلۃ، 1_4:60)

قرآن حکیم میں یکبارگی دی گئی تین طلاقوں کے حوالے سے کوئی واضح حکم سامنے نہیں آتا ہے بلکہ اختلافی مسئلہ بن جاتا

جہاں تک احادیث کا تعلق ہے تو مختلف احادیث کی بنا پر مختلف فقہی مکاتب فکر الگ الگ موقف رکھتے ہیں

ایک فریق کے نزدیک یکبارگی کی تین طلاق تین ہو جاتی ہیں

دوسرے فریق کے نزدیک یکبارگی کی تین طلاق ایک ہی ہوتی ہے

تیسرے فریق کے مطابق یکبارگی کی تین طلاق سرے سے ایک بھی نہیں ہوتی

ہر فریق احادیث سے استدلال کرتا ہے اور دوسرے

فریق کی مستدل احادیث کو ضعیف قرار دیتا ہے۔ اس صورت حال میں احادیث کی بنا پر کوئی قطعی فیصلہ کرنا آسان نہیں یہ بھی کہا جاتا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے دور حکومت میں یکبارگی دی جانے والی تین طلاقوں کو تین قرار دے کر نافذ کر دیا تھا جسے بیشتر صحابہ کرام کی تائید حاصل تھی (مسلم، 3673) اہل سنت کے چاروں ائمہ نے اپنی اپنی فقہ میں اسی فیصلے کو برقرار رکھا اس لئے سے زیادہ مستند قرار دیا جاتا ہے لیکن یہاں ایک لمحہ فکریہ ہے اور یہ ہندوستانی علماء کیلئے دعوت فکر ہے کہ:

اسی لئے کچھ سکالر کا یہ بھی کہنا ہے کہ طلاق ایک ہی ہوتی ہے باقی طلاق واقع کی جاتی ہے فقہی دلائل کے ذریعہ جس طرح عدالت کے ذریع قاضی نکاح فسخ کرنے کا جواز رکھتا ہے اسی وقوع طلاق کا حق فقہاء کو مل گیا اور یہ نص صریح نہیں ہے جس طرح حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک سیاسی حکمت کے تحت یہ فیصلہ کیا تھا آخر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سابقہ طرز عمل میں تبدیلی کی ضرورت کیوں محسوس کی اور وہ کیا اسباب تھے جن کی بنا پر انہوں نے ایک گنجائش ختم کردی اور کیا اب بھی

حالات و واقعات اسی فیصلہ کے متقاضی ہیں یا حالات و زمانے کی تبدیلی سے اس فیصلے میں تبدیلی کی گنجائش موجود ہے اگر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے فیصلے کی مذہبی اور سماجی اساسیات کا جائزہ لیا جائے تو یہ بات سامنے آتی ہے

قرآن نے یکے بعد دیگرے طلاق دینے کا حکم دیا ہے۔ یکبارگی تین طلاق دے کر شوہر جرم کا ارتکاب کرتا ہے، اس لیے اسے اس کی سزا ملنا چاہیے تھی عرب معاشرے میں اس وقت بھی اور آج بھی خواتین کو بھاری مقدار میں مہر دینے کا رواج تھا۔ قرآن نے ڈھیروں سونا چاندی دینے کا ذکر کیا (النساء: 18) اور حدیث میں مہر میں باغات دینے کا تذکرہ ملتا ہے۔ (حدیث ثابت بن قیس) مہر نکاح کے وقت یا نکاح سے قبل ادا کر دیا جاتا تھا

بیوی مہر میں ملنے والی جائداد کی قطعی مالک ہوتی تھی اور شوہر یا کسی دوسرے فرد کا اس سے کچھ (بھی لینا دینا نہیں ہوتا تھا) (النساء 4، 32)

اگر بیوی کو طلاق ہو جاتی تو وہ اپنا مہر لے کر شوہر سے الگ ہو جاتی

اگر اس کے بچے ہوتے تو ان کی تمام تر ذمہ داری شوہر کی ہوتی، ان کے تمام اخراجات، تعلیم اور دیگر ضروریات شوہر نے پورے کرنے ہوتے (البقرة) اگر

چھوٹے بچے ہوتے جنہیں مطلقہ ماں پال رہی ہوتی
 تو نہ صرف ان کے اخراجات بلکہ ماں کی
 مصروفیات کی اجرت بھی شوہر کے ذمہ تھی
 اس سماج میں مطلقہ یا بیوہ کے لیے دوبارہ شادی
 کرنا کوئی مسئلہ نہیں تھا بلکہ ان کے لیے مواقع
 وسیع اور انتخاب کا تجربہ مستزاد ہوتا۔ یہ رواج اس
 قدر عام تھا کہ قرآن کو کہنا پڑا کہ ایسی خواتین سے
 عدت کے دوران عہد و پیمان نہ لے لیا کرو اور انہیں
 (سکون سے عدت پوری کرنے دیا کرو) (البقرہ، 235)
 دوسری شادی پر عورت کو مزید بھاری بھر کم مہر
 ملتا جب کہ سابقہ شوہر کو نئی شادی کرنے کے لیے
 مزید مالی وسائل کی ضرورت ہوتی۔ یہی وجہ تھی کہ
 عرب سماج میں بیوہ یا مطلقہ خواتین خاصی مال دار
 ہو جایا کرتی تھیں۔ خلاصہ یہ نکلا کہ

اس ساری صورت حال میں یکبارگی تین طلاق کو
 نافذ کرنے کا نقصان عورت کو نہیں بلکہ مرد کو تھا
 [اسکے برعکس اب ہمارے سماج میں نقصان عورت
 کو ہوتا ہے] اکٹھے تین طلاق دینے کا جرم اسی
 مرد نے کیا تھا اس لیے حضرت عمر رضی اللہ عنہ
 نے یہ فیصلہ کیا کہ اسے اس جرم کی سزا ملنی
 چاہیے تاکہ لوگ یکبارگی تین طلاق دینے سے باز
 رہیں۔ اس فیصلے کے وقت ان کے الفاظ بھی یہی

تھے کہ جس کام کو بہت غور و فکر کے بعد کرنا
چاہیے تھا اسے یک دم کرنے والے کو کیوں نہ سزا
دی جائے۔ عرب سماج کے لیے تب بھی یہی فیصلہ
قرین انصاف تھا اور آج بھی یہی فیصلہ معقول
ہے۔ لیکن ہمارے سماج کی صورت حال بالکل
برعکس ہے

بیوی کو یا تو نقد مہر دیا ہی نہیں جاتا اور اگر دیا جاتا
ہے تو اس کی مقدار اتنی کم ہوتی ہے کہ اس سے
ایک مہینے کے یوٹیلیٹی کے بلز تک ادا نہیں کئے جا
سکتے۔

خواتین اپنے مال پر آزادانہ تصرف کا اختیار نہیں
رکھتیں۔ کسی بھی شام بیوی کو مار پیٹ کر بچوں
سمیت گھر سے باہر نکال دیا جاتا ہے اور بہت دفعہ
اس پر نیلی چھتری کے سوا کوئی سایہ نہیں ہوتا۔
بچوں کی ذمہ داری باپ نہیں اٹھاتا

ہمارے سماج میں جس لڑکی کی منگنی ٹوٹ جائے
اس کی شادی ہونا ناممکن ہو جاتا ہے بیوہ یا مطلقہ کو
کہاں شوہر مل سکتا ہے

اس سماجی تفاوت سے معلوم ہوتا ہے کہ ہمارے
سماج میں طلاق کی صورت میں سزا مرد کو نہیں
بیوی کو ملتی ہے

مزید یہ کہ جہالت، دین سے بے بہرہ ہونے اور اجڈ

پن کی وجہ سے طلاق اچانک اور یکبارگی تین دے دی جاتی ہیں جو ایک خاندان، دو گھرانوں اور بچوں کے لیے تباہ کن ہوتی ہے، ایسے میں یکبارگی تین طلاق کو نافذ کرنا مجرم کو سزا دینا نہیں بلکہ مظلوم پر مزید ظلم کرنے کے مترادف ہے۔ لہذا ہماری رائے یہ ہے کہ حالات و زمانے کی تبدیلی کی رعایت کا تقاضا کو سامنے رکھتے ہوئے اسپر علماء ہند کو سوچ بچار کرنا چاہیے اور جس طرح مفقود الخبر شوہر کے متعلق امام مالک کے فتویٰ پر عمل کیا جانے لگا اسی طرح اس میں بھی لچک پیدا کی جائے نیز ہر مسلمان کو طلاق دینے کا صحیح طریقہ سکھایا جائے۔ تاکہ دشمنان اسلام کو کسی بھی پہلو سے حملہ آور ہونے کا موقع نہ مل سکے۔ اور ہمارے عائلی قوانین کوئی نقب نہ پڑے۔۔۔

واخر دعوانا ان الحمد لله

وسیم اختر بلال قاسمی